اہل السنۃ والجماعۃ کون ہیں اور کیا ہیں؟

از: مولانا توحید عالم بجنوری
مدرس دارالعلوم دیوبند

امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کا ابتدائی دور سے آج تک بڑا طبقہ اور سوادِ اعظم جس منہج وراستہ پر ہے، وہ وہی راستہ ہے جس کو زبانِ رسالت مآب ﷺ نے نجات کا راستہ قرار دیا تھا اوراسی راہ کے راہی اہل السنۃ والجماعۃ کہلاتے ہیں؛ کیونکہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق جو جماعت اورگروہ قرآن وسنت اور جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستہ کومضبوطی سے پکڑکر راہِ منزل اختیار کرے گا وہ بہ سلامت منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا اور جوفرقہ مذکورہ اصولِ ثلاثہ یا ان میں سے کسی ایک سے بھی گریز کرکے راہِ سفر طے کرے گا وہ زیغ وضلال میں مبتلا ہوکر نجات پانے والی جماعت سے نہیں ہوگا؛ بلکہ ناری اور جہنمی فرقوں میں شامل ہوجائے گا۔ اس سلسلہ میں متکلم اسلام، سرخیل جماعتِ دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی جامع تحریر جو حضرت موصوف رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ صدرالمدرسین وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے ایک مکتوبِ گرامی بنام ''مودودی دستور اورعقائد کی حقیقت'' کے مبسوط مقدمہ میں رقم فرمائی ہے، اس کو بعینہٖ نقل کرتا ہوں:

''عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تَفْتَرِقُ أُمَّتِیْ عَلٰی ثَلاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُم فِی النَّارِ إلّا مِلَّۃً واحدۃً، قِیْلَ مَنْ ھُمْ؟ یَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: مَا أنَا عَلَیْہِ وَأصْحَابِیْ (مختصرًا عن المشکاۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت تہتر ملتوں پر تقسیم ہوجائے گی، سوائے ایک کے سب جہنم میں ڈالے جائیں گے، پوچھا گیا کہ وہ (مستثنیٰ) کون ہیں یارسول اللہ؟ تو فرمایا کہ جولوگ میرے اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریق پر ہیں۔

اس حدیث میں فرقِ اسلامیہ کی نجات وہلاکت اور بہ الفاظ دیگران کے حق و باطل ہونے کا معیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ وہ میرا اور میرے صحابہؓ کا طریقہ ہے؛ لیکن اس طریقہ کو شخصیتوں سے الگ کرکے تنہا کو معیار نہیں بتلایا؛ بلکہ اپنی ذاتِ بابرکات اوراپنے صحابہؓ کی ذواتِ قدسیہ کی طرف منسوب کرکے معیار بتلایا کہ وہ ان شخصیتوں کے ضمن میں پایا جائے۔ ورنہ بیانِ معیار میں اس نسبت اور نام زدگی کی ضرورت نہ تھی؛ بلکہ مَنْ هُمْ کے جواب میں بجائے مَا أَنَا عَلَيْهِ کے سیدھی تعبیر یہ تھی کہ مَا جِئْتُ بِهٖ فرمادیا جاتا، یعنی معیارِ حق وہی ہے، جسے لے کر میں آیا ہوں یعنی شریعت؛ لیکن اس شریعت کو شخصیتوں سے الگ کرکے ذکر کرنے کے بجائے شخصیتوں کے انتساب سے ذکر کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ محض کاغذ کے کالے نقوش معیار نہیں؛ بلکہ وہ ذوات معارِ حق ہیں، جن میں یہ نقوش وحروف اعمال واحوال بن کر رچ گئے ہیں اوراس طرح گھل مل گئے ہیں کہ اب کوئی بھی ان کی ذوات کو دین سے الگ کرکے اور دین کوان کی ذوات سے علیحدہ کرکے نہیں دیکھ سکتا، جس کا حاصل یہ نکلا کہ محض لٹریچر معیارِ حق نہیں؛ بلکہ وہ ذوات معیارِ حق ہیں، جواس لٹریچر کے حقیقی ظرف بن چکے ہیں:

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُوْرِ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ العنکبوت: ٤٨)

ترجمہ: بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں صاف، ان لوگوں کے سینوں میں جن کو سمجھ ملی ہے، اور منکر نہیں ہماری باتوں سے؛ مگر وہی جو بے انصاف ہیں۔ پھراس طریقہ کو شخصیت کی طرف منسوب کرنے کے سلسلہ میں بظاہر ''ما'' کے بعد ''انا'' کافی تھا اور یہ فرمادینا بس کرتا کہ نجات وہلاکت پہنچانے کا طریقہ میری ذات ہے؛ تاکہ معیارِ حق صرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ثابت ہوتی؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ اپنے صحابہؓ کو بھی شامل فرمایا۔ جس سے واضح طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ فرقوں اور مختلف مکاتیبِ خیال کے پرکھنے کا معیار جیسے رسول کی ذات ہے، ویسے ہی صحابۂ رسول کی ذوات بھی ہیں اوراس لیے رسولِ خدا کی موجودگی یا عدمِ موجودگی میں کسی فرقہ اور مکتب خیال کے افراد کو پرکھنے کے لیے یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ وہ صحابہؓ کی راہ کے مطابق چل رہے ہیں یا مخالف سَمت میں ہیں۔ ان کی اطاعت کررہے ہیں یا اس سے گریز کررہے ہیں، ان کے ساتھ حسنِ ظن کا برتاؤ کررہے ہے یا سوءِ ظن اور بے اعتمادی کا؟ کہ یہی شان کسی شئے کے معیار ہونے کی ہوتی ہے جس سے صاف طور پر رسولِ خدا کے ساتھ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معیارِ حق ہونا واضح ہوجاتا ہے اور یہ

حدیث اس بارے میں نص صریح ثابت ہوتی ہے، جس کا مقصد ہی یہ مدعا ثابت کرنا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے جو خود اس حدیث ہی سے نمایاں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں اپنے طریق کو بعینہٖ اپنے صحابہؓ کا طریق بتلایا ہے، جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ان کی راہ چلنا میری راہ چلنا ہے اور ان کی پیروی میری پیروی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے رسولِ پاک ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (سورة النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس سے ایک کی اطاعت کو بعینہٖ دوسرے کی اطاعت بتلانا مقصود ہے، جس کے صاف معنی یہی ہوتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول کا طریق الگ الگ نہیں جو رسول کا راستہ ہے وہی اللہ کا راستہ ہے۔ پس اللہ کی اطاعت معلوم کرنے کا معیار یہ ہے کہ رسول کی اطاعت دیکھ لی جائے، اگر وہ ہے تو بلاشبہ خدا کی اطاعت بھی ہے ورنہ نہیں۔ وہی صورت یہاں بھی ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی پیروی اور اطاعت کو بعینہٖ اپنی پیروی اور اطاعت قرار دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر رسول کی اطاعت دیکھنی ہو تو صحابہؓ کی اطاعت دیکھ لی جائے۔

اگر صحابہؓ کی متابعت کی جارہی ہے تو رسولِ خدا کی اطاعت قائم ہے ورنہ نہیں۔ اس کا حاصل وہی نکلتا ہے کہ رسول اور صحابۂ رسولؐ کے طریقے الگ الگ نہیں؛ بلکہ جو رسول کا طریقہ ہے وہی بعینہٖ صحابۂ رسول کا طریقہ ہے، اس لیے جیسے رسول فرقوں کے حق و باطل ہونے کا معیار ہیں، ایسے ہی صحابۂ رسولؓ بھی معیارِ حق و باطل ہیں۔ جن کو سامنے رکھ کر سب کے حق و باطل کو بآسانی پرکھا جاسکتا ہے۔''

خلاصہ یہی ہے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا معیارِ حق و باطل ہونا کوئی قیاسی مسئلہ نہیں؛ بلکہ منصوص مسئلہ ہے۔ حدیثِ رسول ﷺ کی حکیمانہ تشریح سے یہ بات بَیّن طریقہ سے واضح ہوتی ہے کہ اہل السنة والجماعة کا مصداق وہ جماعت ہے جو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ صحابہؓ کو حجتِ شرعیہ مانتی ہو اور امت کا سوادِ اعظم اسی زمرہ میں آتا ہے؛ کیونکہ پوری دنیا میں زیادہ تر ائمۂ اربعہ کے ماننے والے اور ان کے مقلدین ہیں، جو بالاتفاق اصولِ ثلاثہ کو حجت مانتے ہیں اور طریقۂ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ اقوالِ صحابہ، افعالِ صحابہ اور بالخصوص اجماعِ صحابہؓ کو دلیلِ شرعی مان کر اتباع کرتے ہیں اور صرف اتباع ہی نہیں؛ بلکہ سنت کا درجہ دیتے ہیں، خاص طور پر خلفاءِ راشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اورحضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو اتفاقی طور پر قبول کرکے عمل کرتے ہیں؛ کیونکہ حدیث شریف میں حضرات خلفاء راشدین کے طریقوں کو آپ ﷺ نے بالکل اپنا طریقہ فرمایا ہے جیسا کہ حضرت حکیم الاسلامؒ کی تحریر میں بہ وضاحت یہ مسئلہ آچکا ہے، اورایک دوسری حدیث میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے؛ ارشاد نبوی ہے: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ (مشكاة المصابيح: ۳۰) تم لوگ میرے طریقہ اور رہنمائی کرنے والے اورراہ یافتہ خلفاء کے طریقہ کو لازم پکڑلو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ حضرت رسولِ خدا ﷺ بھی خلفاءِ راشدین کے طریقوں اوران کے اعمال واقوال کو سنت رسول کے مساوی قرار دے رہے ہیں کہ دونوں پر سنت کا لفظ لانا اور پھر بها میں ضمیر واحد لانا بتاتا ہے کہ حجت شرعیہ ہونے کی حیثیت سے دونوں میں فرقِ مراتب نہیں؛ بلکہ دونوں مساوی اور برابر ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوتا کہ اہل حق صرف اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اوراہل السنۃ والجماعۃ کا صحیح مصداق ائمۂ اربعہ کے مقلدین؛ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی حضرات ہیں اور جو حضرات تقلید کے قائل نہیں وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل نہیں؛ بلکہ خارج ہیں۔ حکیم الامت، مرشدِ ملت حضرت اقدس تھانویؒ مائة دروس میں درس نمبر ۹۵ میں اس کی صراحت فرماتے ہیں:

ہمارے زمانے کے ان مذاہب کے بارے میں جو اسلام کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ اہلِ حق ان میں سے اہل السنۃ والجماعۃ ہیں جو قابلِ اعتماد لوگوں کے اجماع سے منحصر ہیں حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ میں۔ اور اہلِ ہواء ان میں سے (۱) غیر مقلدین ہیں جو کہ اتباعِ حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں؛ حالانکہ انھیں اس دعویٰ کا حق نہیں (۲) جاہل صوفی اور مبتدعین میں سے ان کے پیرو ہیں۔ اگرچہ بعض ان میں سے علماء کی صورت میں ہیں (۳) روافض (۴) نیچری جو کہ معتزلہ کے مشابہ ہیں؛ لہٰذا اے مخاطب تو ان سے بچ، ورنہ ان کی خواہش نفسانی سے پلید ہوجائے گا۔

مسلک علماءِ دیوبند:

علماءِ دیوبند صرف اہل السنۃ والجماعۃ کے اصول وقوانین ہی کے از اوّل تا آخر پابند رہے ہیں؛ بلکہ ان کے متوارِث ذوق کو بھی انھوں نے تھاما اور محفوظ رکھا ہے۔ پھر وہ خودرو قسم کے اہلِ سنت نہیں؛ بلکہ اوپر ان کا استنادی سلسلہ ملا ہوا ہے؛ اس لیے مسلک کے لحاظ سے نہ وہ کوئی جدید

فرقہ ہیں اور نہ بعد کی پیداوار ہیں؛ بلکہ وہی قدیم اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلسل سلسلہ ہیں، جو اوپر سے تسلسل اور استمرار اور سند متصل کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ وقت کے عوامل اور افراط وتفریط نے چونکہ اہلِ سنت میں مختلف شاخیں پیدا کردیں اور ہرنئی شاخ نے اصل ہونے کا دعویٰ کیا جو دعویٰ ہی کی حد تک نہیں رہا؛ بلکہ اپنے وجود وبقا کے لیے ہرشاخ نے اصل طبقہ کے خلاف محاذ بنا کر اسے غیراصل اور اپنے کو اصل ثابت کرنے کی جدوجہد کا بھی آغاز کردیا، جیسا کہ اصل سے کٹی ہوئی شاخوں کا یہی طرزِ عمل ہوتا ہے؛ اس لیے حقیقی اصل عوام کی نگاہوں میں مشتبہ ہونے لگی اور بہت سے سوالات اٹھنے لگے؛ مگر اصل بہر حال اصل ہی ہوتی ہے اور معیار پر کسنے کے بعد اس کی اصلیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

پس علماءِ دیوبند کے جامع اور معتدل ترین مسلک کو سمجھنے کے لیے جس میں افراط ہے نہ تفریط، غلو ہے نہ مبالغہ؛ بلکہ کمالِ اعتدال اور جامعیت کا جوہر پیوست ہے۔ سب سے پہلے اس کے لقب کے ماخذ پر غور کرلیا جائے تو اسی سے اس کی بنیادیں واضح ہوجائیں گی اور معیار بھی مشخص ہوکر سامنے آجائے گا اور وہ یہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ مرکب اور مسلکی لقب دو اجزاء سے مرکب ہے، ایک ''السنۃ'' اور دوسرا ''الجماعۃ'' ان دونوں کے مجموعہ ہی سے علماءِ دیوبند کا مسلک بنتا ہے تنہا ایک کلمہ سے نہیں۔ ''السنۃ'' کے لفظ سے اصول، قانون اور طریق نمایاں ہے اور ''الجماعۃ'' کے لفظ سے ذوات، شخصیات اور رفقاءِ طریق نمایاں ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس مسلک میں اصول وقوانین بغیر ذوات کے اور ذوات بغیر اصول وقوانین کے معتبر نہیں؛ جبکہ قوانین ان ذوات ہی کے راستے سے آئے ہوں اور ذوات ان قوانین ہی سے پہچانی گئی ہوں۔ اس لیے ماخوذ کو لے لیا جانا اور ماخذ کو چھوڑ دینا کوئی معتدل مسلک نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو قرآن کریم ہی نہیں دیا؛ بلکہ پیغمبر ﷺ کی ذات بھی عطا فرمائی ہے، جنھوں نے قرآن کریم سنایا، سمجھایا اور اس کے عمل کا نمونہ دکھلایا۔ پس مسلک کی جامع حقیقت جس جامع لقب سے ظاہر کی ہے اس کے دونوں اجزاء قیاسی نہیں؛ بلکہ منصوص ہیں؛ کیونکہ ''السنۃ'' سے تو آپ ﷺ کا مبارک طریقہ مراد ہے جو حدیث شریف میں لفظ ''ما'' سے مفہوم ہورہا ہے اور ''الجماعۃ'' کا لفظ اصحابی سے لیا گیا ہے؛ جبکہ ایک دوسری روایت میں جو امام احمد اور امام ابوداؤد نے نقل فرمائی ہے اس میں أنا و أصحابی کی جگہ صراحتاً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

مسلک علماءِ دیوبند کے اجزاءِ ترکیبی:

(۱) عقیدۂ توحید: علماءِ دیوبند عقیدۂ توحید میں اعتدال قائم رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے توحید کا عقیدہ رکھنے کے ساتھ اہل اللہ کی عظمت وتوقیر اور اربابِ فضل وکمال کے ادب واحترام کو عقیدۂ توحید کے منافی سمجھنا مسلکِ دیوبند کا عنصر نہیں ہے۔ پس توحید میں لگ کر بے باکی، جسارت اور شخصیات کی عظمتوں سے بے نیازی ہمارا مسلک نہیں؛ بلکہ یہ توحید کا غلو ہے اور ایسے ہی تعظیمِ اولیاء اور توقیرِ شخصیات میں مبالغہ کرنا جس سے توحید میں خلل پڑتا ہو یا شرک کی آمیزش کردینا بھی علماءِ دیوبند کا مسلک نہیں۔ بس توحید اس درجہ تک کہ تعظیم اہلِ دل متاثر نہ ہو اور تعظیم وتوقیر اس حد تک کہ توحید مجروح نہ ہو یہی راہِ اعتدال ہے جو مسلک دیوبند ہے۔

(۲) صفاتِ باری تعالیٰ: صفاتِ خداوندی میں علماءِ دیوبند کا اصل مسلک تفویض ہے، یعنی جو صفات اللہ رب العزت نے خود اپنے لیے ثابت فرمائی ہیں مثلاً ''ید'' ارشاد ہے يد الله فوق أيديهم اور ''استواء علی العرش'' ارشادِ باری ہے الرحمن على العرش استوى (سورۃ طہ:۵) یا احادیث شریفہ میں وہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کی گئی ہیں مثلاً ''ضحک'' حدیث شریف میں ہے ان الله يضحك وغیرہ تو ایسے اوصاف کے سلسلہ میں علماءِ دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، اور یہ صفات مخلوقات کی صفات جیسی نہیں ہیں؛ کیونکہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ليس كمثله شيء (سورۃ شوریٰ:۱۱) اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے ولم يكن له كفوا أحد (سورۃ الاخلاص) اور کوئی اس کے برابر نہیں۔ اور ہمیں ان اوصاف کی کیفیت معلوم نہیں ہے بس وہ صفات اس کے لیے ثابت ہیں؛ البتہ علماءِ دیوبند ثانوی درجہ میں تاویل کی گنجائش دیتے ہیں وہ بھی چند شرطوں کے ساتھ (۱) لفظ میں وہ معنی مراد لینے کی گنجائش ہو، (۲) وہ معنی مرادی شانِ الوہیت کے منافی نہ ہوں؛ بلکہ لائق اور مناسب ہوں (۳) وہ معنی کسی دوسری نص میں خدا تعالیٰ کے لیے ثابت ہوں (۴) تاویلی معنی کو حتمی اور قطعی باور نہ کیا جائے؛ بلکہ احتمال ہی کے درجہ میں رکھا جائے وغیرہ۔

(۳) سید الکونین آں حضرت ﷺ: آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں آپ ﷺ سے متعلق علماءِ دیوبند کا مسلک اور عقیدہ (جو نہایت معتدل اور افراط وتفریط سے پاک ہے) یہ کہ آپ ﷺ سید الکونین، افضل الکائنات، افضل البشر اور افضل الانبیاء؛ بلکہ امام الانبیاء ہیں؛ البتہ آپ ﷺ کو بشریت سے نکالنا ہمارا عقیدہ نہیں ہے کہ عقیدت ومحبت میں اندھے ہو کر آپ ﷺ کی

بشریت کی نفی کردیں ایسا نہیں ہے۔

(۴) حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم: اس مسئلہ میں بھی مسلکِ دیوبند غلو اور افراط وتفریط سے بچ کر نقطۂ اعتدال کو اپنی راہ مقرر کرتا ہے کہ نہ تو غلو زدہ اور بے بصیرت لوگوں کی طرح کہ خدا اور انبیاء میں کوئی فرق نہیں صرف ذاتی اور عرضی کا فرق ہے (معاذ اللہ من ذلک) یا خدا ان میں حلول کیے ہوئے ہے اور وہ ایک پردۂ مجاز ہیں۔ یا وہ عام انسانوں سے الگ ما فوق الفطرت کوئی دوسری مخلوق ہیں جن میں بشری نوع سے مماثلت نہیں وغیرہ گمراہ کن عقیدہ ہو، اور نہ ایسا ہے کہ وہ محض ایک ڈاکیا اور اخبار فروش کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا کام خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے اور بس! یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام صرف سفیر محض کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دونوں افراط وتفریط کے راستوں کے درمیان کا معتدل ترین راستہ علماءِ دیوبند کا اختیار کردہ ہے کہ یہ مقدس وپاکیزہ ہستیاں جہاں پیغامِ الٰہی کی امین ہیں کہ کمالِ دیانت اور نہایت حزم واحتیاط کے ساتھ خالق کا پیغام مخلوق تک پہنچایا ہے اس کے ساتھ اس کے رمز شناس، معلم اور اس کی روشنی میں خلق خدا کے مربی ومحسن بھی ہیں۔ پس وہ محسن عالم بھی ہیں، اخلاقِ انسانیت کا درس دینے والے شیوخ واساتذہ بھی؛ چنانچہ وہ ہر تعظیم وتوقیر اور ہر ادب واحترام کے مستحق ہیں؛ البتہ وہ بشر ہیں کوئی مافوق الفطرت مخلوق نہیں، انبیاء کی بے ادبی کفر ہے اور عظمت عینِ ایمان ہے؛ لیکن اس عظمت میں شرک کی آمیزش بھی کفر سے بڑھ کر کفر ہے۔

(۵) حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین: صحابۂ کرامؓ کی جماعت وہ خوش بخت اور سعادت مند جماعت ہے جس کو کسبِ فیض کا موقع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست اور بلا واسطہ نصیب ہوا ہے؛ لہٰذا یہ جماعت اور گروہ پورا کا پورا راشد ومرشد، راضی ومرضی، تقی القلب، پاک باطن، مستمر الطاعۃ، محسن وصادق اور موعود بالجنۃ ہے۔ پس اس جماعت کے تعلق سے علماءِ دیوبند کا مسلک وعقیدہ یہ ہے کہ عظمت وجلالت کے معیار سے صحابۂ کرامؓ میں تفریق نہیں ہے کہ کسی کو لائق محبت وعظمت سمجھیں اور کسی کو معاذ اللہ لائق عداوت، کسی کی مدح میں رطب اللسان ہوں اور العیاذ باللہ کسی کی مذمت میں زبان دراز کریں، کسی کو نبوت سے بھی اونچا مقام دینے پر اتر آئیں اور معصوم باور کریں اور کسی کے ساتھ سب وشتم اور قتل وغارت گری کا معاملہ کرنے تک سے گریز نہ کریں، علماءِ دیوبند کہتے ہیں: کہ یہ سب حضرات تقدس کے انتہائی مقام پر ہیں؛ مگر نبی یا خدا نہیں! بلکہ بشریت کی صفات سے متصف، لوازمِ بشریت اور ضروریاتِ بشری کے پابند ہیں؛ لیکن ان

سب کے باوجود زہد وتقویٰ میں کامل، فراست وبصیرت میں یکتا، معصیت وگناہ کے جذبات سے عاری، طاعات وعبادات میں بھاری، ایمان وتقویٰ سے ان کے قلوب آراستہ اور کفر وفسق سے ان کو کیا واسطہ، پس وہ غیر معصوم ہونے کے باوجود تنقید وتبصرہ سے بالاتر ہیں؛ کیونکہ وہ من جانب اللہ گناہوں سے محفوظ ہیں۔

(۶) صوفیاء کرام اور مسلک علماءِ دیوبند: اولیاءِ کرام اور صوفیاءِ عظام کا طبقہ امت کے لیے روحِ رواں کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے امت کی باطنی حیات وابستہ ہے، جو اصل حیات ہے، اس لیے علماءِ دیوبند ان کی محبت وعظمت کو ایمان کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھتے ہیں؛ مگر غلو کے ساتھ محبت وعقیدت میں انھیں ربوبیت کا مقام نہیں دیتے۔ ان کی تعظیم شرعاً ضروری سمجھتے ہیں؛ لیکن اس کے معنی عبادت کے نہیں لیتے کہ انھیں یا ان کی قبروں کو رکوع وسجدہ طواف ونذر اور منّت وقربانی کا مقام اور محل بنالیا جائے۔ علماءِ دیوبند اولیاء اللہ کو مشکل کشا، حاجت روا، دافع البلاء والوبا نہیں مانتے ایسی شان صرف اللہ رب العزت کی ہے۔

(۷) ایصالِ ثواب اور مسلکِ دیوبند: ایصالِ ثواب ایک مستحسن امر اور اموات کا حق ہے اس سلسلہ میں بھی نہ تو یہ صورت ہے کہ میت کی قبر پر کھانا رکھنا، چادر چڑھانا، چراغاں کرنا وغیرہ بیہودہ کاموں کے بارے میں نہ تو یہ نظریہ ہے کہ ان کاموں سے میت کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا اور نہ ہی یہ عقیدہ ہے کہ مرنے والے کو دوسرے کے کسی عمل کا کوئی اجر وثواب نہیں پہنچتا؛ بلکہ علماءِ دیوبند نے ایک درمیانی اور معتدل راہ اپنائی ہے کہ میت کے لیے دعا واستغفار کرنا، صدقہ دینا، بلا اجرت قرآن کریم پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا، نفلی نماز، روزہ، حج وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچانا جائز اور صحیح ہے؛ کیونکہ حدیث شریف میں مرنے کے بعد اعمال کا سلسلہ منقطع ہونے والی روایت میں صدقۂ جاریہ اور نفع بخش علم کے ساتھ اولادِ صالح کو شمار کیا ہے؛ مگر اس کی مخصوص صورتیں بنانے کے قائل نہیں! جیسے نیاز، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کے عنوانات ہیں۔

(۸) تزکیۂ نفس اور مسلک علماءِ دیوبند: تکمیل اخلاق اور تزکیۂ نفس کے لیے طریقت کے سلسلوں کے مطابق مشائخ سے بیعت وصحبت کو حق اور طریقت کے اصول وہدایات کی پابندی کو ضروری اور مفید کہتے ہیں؛ لیکن طریقت کو شریعت سے الگ کوئی مستقل راہ نہیں سمجھتے، جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہو؛ بلکہ شریعت ہی کے باطنی اور اخلاقی حصہ کو طریقت کہتے ہیں جو اصلاحِ قلب کا راستہ ہے اسی کو شریعت نے ''احسان'' کے لفظ سے ذکر کیا ہے؛ لہٰذا طریقت کے اصول وقوانین کو

کتاب وسنت ہی سے ثابت شدہ جانتے ہیں اور اس لائن یعنی تصوف کی بے اصولیوں اور خود ایجاد کردہ رسم ورواج کو طریقت نہیں کہتے اور خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے قابلِ ترک؛ بلکہ مردود سمجھتے ہیں۔

(۹) فقہ وفقہاء اور مسلک دیوبند: فقہ وفقہاء کے سلسلہ میں بھی علماءِ دیوبند کا مسلک وہی جامعیت اور جوہرِ اعتدال لیے ہوئے ہے، کہ آزادیِ نفس سے بچنے، دینی بے قیدی اور خودرائی سے دور رہنے اور اپنے دین کو تشتت و پراگندگی سے بچانے کے لیے اجتہادی مسائل میں کسی متعین فقہ کی پابندی اور ایک ہی امام کے مذہب کے دائرہ میں محدود رہنا ضروری ہے؛ اس لیے علماءِ دیوبند فقہیات میں حنفی المذہب ہیں؛ ان میں افراط وتفریط نہیں ہے کہ نہ تو اسلاف کے قائم کردہ اصولِ تفقہ اور ان سے استنباط کردہ مسائل ہی کے قائل نہ ہوں اور ہر قدم پر اپنے فہم ورائے کی قطعیت کے توہم میں اجتہادِ مطلق کا دعویٰ لے کھڑے ہوں اور نہ اس کے برعکس فقہیات میں ایسے جمود اور بے شعوری کے قائل ہیں کہ ان فقہی مسائل کی تحقیق وتدقیق یا ان کے ماخذوں کا پتہ چلانے کے لیے کتاب وسنت کی طرف مراجعت کرنا بھی گناہ تصور کرنے لگیں! پس علماءِ دیوبند بلاشک وشبہ مقلد اور معین فقہ کے پابند ہیں؛ لیکن مقلد محقق ہیں جامد نہیں، تقلید ضرور ہے؛ مگر اندھی نہیں اور یہ بھی کمال کی بات ہے کہ شانِ تحقیق رکھنے کے باوصف پوری جماعت مجتہد ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی۔

(۱۰) حدیث ومحدثین اور مسلکِ دیوبند: حدیث شریف؛ چونکہ کلامِ الٰہی کا بیان وتفسیر ہے اور دوسرے درجہ میں مصدرِ شریعت ہے؛ اس لیے علماءِ دیوبند کسی ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی چھوڑنے کے روادار نہیں ہیں، بشرطیکہ وہ قابلِ استدلال ہو، حتیٰ کہ متعارض روایات میں بھی اخذ وترک کا اصول نہیں اپناتے؛ بلکہ سب سے پہلی کوشش جمع بین الروایات اور تطبیق وتوفیق کی ہوتی ہے؛ تاکہ تمام روایات پر کسی بھی درجہ میں عمل ہوجائے؛ کیونکہ اہمال (بیکار چھوڑنے) سے بہرصورتِ اعمال (عمل کرنا) افضل ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلہ میں طرزِ عمل یہ تھا کہ باب سے متعلق تمام روایات کو جمع فرماتے پھر مجموعہ پر غور فرماتے تھے کہ شارع علیہ السلام کی غرض کیا نکلتی ہے، اسی کو مناطِ حکم کی تخریج کرنا کہتے ہیں، پھر اس کی تنقیح وتجزیہ کرکے اس روایت کو اپنے مذہب کی بنیاد بناتے تھے جس میں شارع کی غرض سب سے نماں ہو، خواہ وہ روایت سنداً قوی ہو یا کچھ کمزور! پھر بقیہ روایات کو ترک کرنے کے بجائے غرضِ شارع اور مناطِ حکم کے معیار سے اس روایت کے ساتھ جوڑتے چلے جاتے ہیں جس میں غرض زیادہ واضح تھی،

پس ساری روایات اپنے اپنے مواقع پر چسپاں ہوتی چلی جاتی ہیں۔

(۱۱) علم کلام اور مسلکِ دیوبند: نصوصِ صریحہ سے ثابت شدہ عقائد تقریباً سب متفق علیہ ہیں، جو کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہیں؛ لیکن استنباطی یا فروعی عقائد، اسی طرح وہ قطعی عقائد جن کی کیفیات اور تشریحات میں اربابِ فن کے درمیان اختلافات ہیں، اس لحاظ سے اس فن میں بھی یکسوئی حاصل کرنے کے لیے علمِ کلام کے بابصیرت ائمہ میں سے کسی ایک کا دامن تھامنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح فقہ کے اجتہادی مسائل میں کسی امام کے مذہب کا پابند رہنا ضروری ہے، پس علماءِ دیوبند علمِ کلام میں تمام متکلمین کو برحق مانتے ہوئے اور سب کی عظمت کے ساتھ امام ابومنصور ماتریدیؒ کا اتباع کرتے ہیں؛ لیکن یہاں بھی معین کلام کی پابندی اور اتباع کے ساتھ تحقیق کا سرا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ کلامی مسائل میں خصوصیت کے ساتھ حجۃ الاسلام، بانیِ دارالعلوم دیوبند حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی حکیمانہ تعلیمات سے ماخوذ قاسمیت غالب ہے۔ حضرت نانوتویؒ قدس سرہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اختلافی مسائل میں ردوقدح کی راہ اختیار نہیں کرتے؛ بلکہ رفع اختلاف اور تطبیق وتوفیق کا راستہ اختیار فرماتے ہیں جس سے کلامی مسائل کا بڑے سے بڑا اختلاف نزاعِ لفظی محسوس ہونے لگتا ہے، اسی بنا پر اکابرِ دیوبند کلامی مسائل میں علماءِ دیوبند کو اشعری کہہ دیتے ہیں۔ علم کلام چونکہ مخالفین کے اٹھائے ہوئے شکوک وشبہات اور ان کے پیدا کردہ اشکالات واعتراضات کے جوابات دینے کے لیے وضع کیا گیا ہے اور چونکہ مخالفین اس سلسلہ میں عقل کا استعمال کرتے ہیں تو ان کے جوابات دینے کے لیے بھی ایسا ہی طریقہ ہونا چاہیے جس میں معقولات کی آمیزش رہے، پس علماء متکلمین بھی ایسے موقع پر عقل سے تعاون لیتے ہیں؛ لیکن عقل سے مدد لینے کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ نقل سے صرفِ نظر کرلیتے ہیں، اسی لیے علمِ کلام عقل ونقل کا سنگم بن گیا ہے پھر اس میں افراط وتفریط شروع ہوگئی کہ ایک طبقہ اور جماعت نے عقل کا مقام نقل سے بڑھادیا، نقل کو عقل کے تابع کردیا کہ اصل حیثیت اور مقام عقل کو دے دیا، چنانچہ معتزلہ جیسی جماعتیں اسی نظریہ کی شکار ہوئی ہیں۔ اس کے ردِعمل میں کچھ اسلامی جماعتوں نے دین کے دائرہ میں عقل کے عمل، دخل کی کلی ممانعت کرڈالی اور عقل کو مذہب کی حد تک مہمل وبیکار اور لایعنی شئے قرار دے دیا کہ مذہب کا عقل یا معقولیت سے کوئی واسطہ نہیں، اور نہ ہی مذہبی کسی حکم میں کوئی عقلی مصلحت ملحوظ رکھی جائے گی۔ ان دونوں افراط وتفریط والے نظریات سے الگ ہٹ کر ایک معتدل اور جامع رائے ہے جو علماءِ دیوبند کا مسلک

ہے کہ عقل کو مذہبی امور میں نہ تو مہمل اور دور از کار سمجھتے ہیں؛ کیونکہ احکام کی عقلی مصلحتوں، کلی علتوں اور جامع حقیقتوں سے نصوصِ شرعیہ بھری پڑی ہیں اور جگہ جگہ اثباتِ مسائل، اجتہادِ مسائل، استخراجِ مسائل اور استنباطِ حقائق میں امورِ معقولہ کی تاثیر نمایاں ہے اور ان امورِ معقولہ کی ضرورت ناقابل انکار ہے، اور نہ عقل کو اس درجہ مستقل مانتے ہیں کہ وہ وحی کے مقابلہ میں اصل ہو، ثواب وعقاب کا استحقاق بھی اسی کے فتویٰ پر دائر ہو؛ چنانچہ مسلک دیوبند میں عقل کارآمد ہونے کے باوجود حاکم یا موجد ثمرات واحکام نہیں، وہ مسائل وعقائد کے اثبات کا آلہ ہے، یعنی علماءِ دیوبند عقل کو کارآمد اور موٴثر مانتے ہیں؛ لیکن بحیثیت خادم، حاکم کی حیثیت سے نہیں، مثلاً عقل دین میں تدبر وتفکر کا ایک آلہ ہے جس سے مخفی حکمتوں اور حقائق کا سراغ لگایا جاتا ہے، یہ حکمتیں اور حقائق عقل سے وجود میں نہیں آتے۔ عقل محسوسات کے ناپ تول کرنے کی ترازو ضرور ہے؛ مگر مغیبات کے علم وادراک کو محسوس کرنے والی نہیں، مسلکِ دیوبند میں دین ومذہب کی اصل وحیِ خداوندی ہے اور اس کے اثبات کے خدام میں سے ایک خادم عقل بھی ہے۔

(۱۲) حضرات انبیاء علیہم السلام اور حیاتِ برزخی: حبیبِ کبریا، شافعِ محشر، ساقیِ کوثر حضور ﷺ کے اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰة والتسلیم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد عالم برزخ میں حضرات انبیاء اور بالخصوص سید الانبیاء ﷺ اپنی اپنی مبارک قبروں میں باحیات ہیں، پھر وہ حیات کس انداز کی ہے؟ اس مسئلہ میں بھی امت کے اندر افراط وتفریط کا معاملہ ہے کہ کچھ حضرات کا نظریہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام چونکہ نور ہیں، انسان یا بشر نہیں؛ اس لیے ان مقدس اور پاکباز ہستیوں پر موت طاری نہیں ہوتی؛ اس لیے تمام انبیاء بشمول آں حضور ﷺ اپنی مبارک قبروں اور مقدس روضوں میں بعینہ اسی حیات کے ساتھ آرام فرما ہیں جو دنیا میں حاصل تھی۔ صرف عام انسانوں سے پردہ فرمالیا ہے۔ اور دوسرا نظریہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور سید الانبیاء ﷺ کی موت عام انسانوں کی طرح ہے۔ پس جس طرح غیر انبیاء کی روحوں کا تعلق جسم سے نہیں رہتا اور قبر کے تمام احوال کا تعلق صرف روح سے رہتا ہے اور جسم گل کر مٹی ہوجاتا ہے بعینہ یہی صورت (العیاذ باللہ) تمام انبیاء اور سید الانبیاء ﷺ کے جسم وروح کے ساتھ بھی ہے، یہ دونوں نظریے حدّ اعتدال سے دور اور افراط وتفریط کے شکار ہیں۔ پس راہ اعتدال اور صراطِ مستقیم (سب سے سیدھا راستہ) علماء دیوبند کا اختیار کردہ اور پسند فرمودہ راستہ ہے کہ نہ تو ایسا ہے کہ انبیاء پر موت بالکل اثر نہیں کرتی، اور حضراتِ انبیاء اپنی قبروں میں بالکل

حیاتِ دنیاوی کے ساتھ آرام فرما ہیں؛ کیونکہ اس نظریے کی بنیاد ہی ایک بے بنیاد اصل پر ہے کہ حضراتِ انبیاء بشر نہیں، نور ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ دوسرا نظریہ کہ موتِ انبیاء بالکل عام انسانوں کی سی ہے؛ بلکہ عالم برزخ میں روح کا تعلق ایک تو عام انسانوں کا ہے تو وہ بالکل نہیں رہتا؛ بلکہ جسم گل، سڑ جاتا ہے اور احوالِ برزخ یعنی ثواب وعقاب روح کو پیش آتے ہیں اور دوسرے درجہ میں شہداء ہیں جن کے بارے میں قرآن ناطق ہے کہ وہ زندہ ہیں، مردہ نہیں، یعنی ان کا جسم مٹی سے متاثر نہیں ہوتا، اور بہ سلامت رہتا ہے جیسا کہ نصوص اور مشاہدہ اس کے شاہد ہیں۔ اور حضرات انبیاء کی حیاتِ برزخی شہداء سے بھی زیادہ ہے یعنی نیند کی حالت میں جسم سے روح کا تعلق جس قدر ٹوٹتا ہے، حضرات انبیاء کی حیاتِ برزخی میں اس سے کچھ زیادہ ٹوٹتا ہے! لہٰذا حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخی میں حیات کے آثار عام انسانوں اور شہیدوں سے بھی زیادہ ہوتے ہیں؛ اسی لیے دنیاوی زندگی کے کچھ آثار بھی کسی درجہ میں باقی رہتے ہیں کہ اُن کی ازواج سے مناکحت کی اجازت نہیں ہوتی، اور ان کے اموال میں وراثت جاری نہیں ہوتی وغیرہ۔ یہ سب چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ حضراتِ انبیاء ﷺ اپنی مبارک قبروں میں باحیات ہیں جو دنیاوی حیات سے گو کچھ کم درجہ کی ہے، پر عام انسانوں جیسا معاملہ بھی نہیں ہے۔

(تلخیص از مسلک علماءِ دیوبند مع اضافہ)

❁ ❁ ❁